

مولانا عبدالحق النفع

قحط الرجال کے اسے دور میں مولانا مرحوم کے شخصیت اصلاح و ارشاد اعظم و معرفت کا
محور و مرکز تھے

مولانا حبیب الرحمن، مدیر ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند

حاصل کی۔ پھر آگے کی تعلیم کے لیے مٹان پینچے اور وہاں مولانا غنائت اللہ اور مولانا عبدالحق النفع کے علاوہ سے ملا حسن تک تعلیم مکمل کر لینے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان کے لئے رخت سفر باندھا۔ اور میرٹھ و امرتسر کے مدارس میں تحصیل علم کے بعد ۱۳۴۲ھ میں ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور پانچ سال یہاں رہ کر ۱۳۵۲ھ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے دورہ حدیث پر مدھ کر سند فراغ حاصل کی حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے علاوہ آپ کے اساتذہ دارالعلوم میں حضرت مولانا رسول خاں سزاردی اور حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہما اللہ بھی شامل ہیں۔ ۱۳۶۲ھ میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں استاذ مقرر ہو گئے جس کا سلسلہ ۱۳۶۶ھ تک قائم رہا۔ چون کہ اسی سال تقسیم ملک کا حادثہ پیش آیا۔ اس لئے شعبان کی رخصت کے بعد گھر سے دارالعلوم نہ جاسکے اور مجبوراً یہاں کی تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اسی زمانہ میں پشاور میں ایک اور عالم مولانا عبدالحق نافع گل بھی دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اسی لیے دونوں حضرات کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے مولانا مرحوم کو النفع کہا جاتا تھا۔ مولانا کا درس نہایت کامیاب تھا۔ اور تین چار سال کی مختصر سی مدت میں طلبہ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کے معترف و معترف ہو گئے تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے رسمی تعلق ختم ہو جانے کے بعد دارالعلوم ہی کے طرز پر اپنے آبائی وطن کوثرہ خٹک میں ایک درس گاہ قائم کی جو مولانا مرحوم کے جہد و عمل اور ایثار و اخلاص کی بدولت بخورے ہی عرصے میں علوم دینیہ کا ایک عظیم مرکز بن گیا اور اس وقت سے ہر سال سینکڑوں تشنگان علوم دینیہ اس کے چشمہ صافی سے سیراب ہو کر دناغ تحصیلہ تبلیغ دین اور اشاعت علم میں مصروف ہیں۔ مولانا مرحوم کے درس کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ اپنے تلامذہ کو ذوق جہاد اور دین پر مرنے کے جذبہ سے سرتار کر دیتے تھے چنانچہ جہاد افغانستان میں یہاں کے فضلا و طلباء نے جس طرح سے فداکارانہ حصہ لیا ہے۔ اس کی نظیر پاکستان کے دیگر مدارس

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک ارشاد ہے۔ "ان الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم تدرجاً حتى ينتزعه الكافي المشكوة، الله تعالى علم کو واپس نہیں لے گا کہ لوگوں کے ہاتھوں سے قبض کرے بلکہ علماء کو وفات دے کر علم کو واپس لے لے گا۔

اس حدیث کا ظہور آج کل جس کثرت و شدت سے ہو رہا ہے اس کی مثال اگلے زمانے میں نہیں ملتی۔ علمائے حق جس تیزی کے ساتھ اٹھتے جا رہے ہیں اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ چل چلاؤ کا یہ سلسلہ اسی رفتار کے ساتھ جاری رہا تو علمی مجلسیں بالکل سونی ہو جائیں گی۔ دور کیوں جائیے اپنے پڑوسی ملک پاکستان پر ہی ایک نظر ڈالیے ابھی ماضی قریب میں وہاں کی علمی مجلسیں مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا ظفر احمد تھالوی، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا سید محمد یوسف بنوری محدث، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا عبید اللہ انور، مولانا سید حامد میاں وغیرہ جیسے راہلین علم و ماسرین فن کی حسات و برکات سے پروردنی تھیں۔ مگر دیکھتے دیکھتے یہ سارے بزرگ الٹ کو پیاسے ہو گئے اور المیہ یہ ہے کہ ان کی خالی جگہ اب تک پُر نہیں ہو سکی۔ اور نہ اس کی کوئی امید ہے۔

اسی قافلہ فضل و کمال کے ایک فرد فرید شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی و مہتمم دارالعلوم اکوثرہ خٹک بھی تھے۔ جن کے دم قدم سے وہاں کی مجالس علیہ کا تار بڑی حد تک قائم تھا اور ان پیش رو بزرگوں کے بعد طالبان علم کے لئے ان کا وجود و جرم سکون و باعث تسلی تھا۔ مگر افسوس کہ اکابر و اسلاف کی یہ آخری نشانی بھی بختبر کو ہماری نگاہوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گئی۔

مولانا مرحوم علم و فضل، زہد و تقویٰ، اخلاص و استقامت جہالت و شجاعت اور تواضع و انکسار کے مجسم نمونہ تھے۔ ان کی ذات میں علم و عمل کا اس طرح امتزاج تھا کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس قحط الرجال کے دور میں مرحوم کی ذات اصلاح و ارشاد اور علم و معرفت کا محور و محور تھی۔

۲۷ ستمبر ۱۳۲۷ھ مطابق جنوری ۱۹۱۰ء کو اپنے آبائی وطن اکوثرہ خٹک ضلع پشاور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ ہی میں

بقیہ ۹۶۹ سے ۔ ہمہ گیر تعزیرات سے مکتوبات

جب سے سنا یقین نہ آیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور دل ڈوب گیا کیونکہ ایک عظیم حدث، ایک جلیل القدر عالم اور بلند پایہ سکار اور عالم اسلامیہ کا روحانی اور شفیق باپ اور علم و تقویٰ کا وہ روشن چراغ بجھ گیا جس کے انوار سے ایک دنیا نور ہو گئی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دنیا سے اسلام میں مولانا صاحب کا اسم گرامی متحج تعارف نہیں پھر بھی میں یہ کہوں گی کہ ایسی شخصیتیں اور بزرگ قوتیں دنیا میں کم ہی پیدا ہوتے ہیں۔

دنیا میں مجھے ان میں فرشتوں کی جھلک دکھائی دیتی تھی اور ان کی تعزیروں میں جہاد کا نور نظر آتا تھا۔

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا یہ شعر کہ

میں نے ابھی تک حلوہ جانان نہیں دیکھا

بیرے لئے خاص ہے کیونکہ اصل میں، میں نے ان کو ابھی تک نہیں دیکھا

وہ جو انسانیت کا پیکر تھا، وہ جو اسلام اور سنت رسول خدا کا چلتا پھرتا نمونہ

تھا وہ جو بنارہ نور اور زمین پر خدا کے بندے کے روپ میں بھیجا ہوا فرشتہ تھا جس

کے دیدار میں ثواب ہوتا تھا جس کی ملاقات سے ایمان میں تازگی آجاتی تھی وہ

جو محتاجوں اور مسکینوں کا غم خوار تھا، وہ جو بے سہاروں کا سہارا تھا، وہ جو افغان

پالیس کا سب سے بڑا جرنیل تھا۔

وہ ذات جو ہر دفا اور لوگوں کے لئے سکون قلب و اطمینان تھا اور وہ جس

سے انسان اپنے (WAY OF LIFE) دین کے صحیح راستے کو اپنانا تھا

وہ جو غریبوں کے لئے قوت بازو تھا اور وہ جو دین کا روشن چراغ تھا اور غریبوں

کے لئے بے نیام تلوار تھا اور اندھیرے میں بسکنے والوں کے لئے چاندنی رات

تھا جو استقلال اور ثابت قدمی کا پہاڑ تھا اور جو (GREAT POLITICAL

LEADER) عظیم سیاسی لیڈر تھا اس کی ملاقات کے شرف سے میں ابھی تک

مردم ہری۔ والسلام

بی بی توحید سیکنڈ ایریز گز کا بچ چار سہ

کے طلبہ میں نہیں پائی جاتی۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہی ایک کا نام نہ نہیں ہے بلکہ علوم دین کی اشاعت و تبلیغ کے ساتھ انھوں نے دین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کا بھی مقابلہ کیا اور ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا حتیٰ کہ اسمبلی تک پہنچے اور ایوان حکومت میں بھی حق کی آواز بلند کی۔ پاکستان کے خود سر اور دین بیزار حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کر کے افضل الجہاد کا فریضہ ادا کیا۔

۱۹۷۲ء میں جب فتنہ قادیانیت کے خلاف تحریک ختم نبوت

چلی تو حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری اور حضرت مولانا

مفتی محمد محمود رحمہما اللہ کے شانہ بشانہ مولانا مرحوم نے بھی کام کیا۔

مولانا مرحوم کو دارالعلوم اکابر دارالعلوم بالخصوص حضرت شیخ

الاسلام سے غایت درجہ تعلق اور محبت تھی۔ آپ کی مجلسیں دارالعلوم

اور اس کے اکابر کے تذکرے سے معمور رہتی تھیں۔ اور اپنے استاذ

حدیث اور پیر و مرشد حضرت شیخ الاسلام کا تذکرہ بڑے و الہانہ

انداز میں کرتے تھے۔

مولانا مرحوم اگرچہ اصالتاً ایک مدرس تھے۔ تصنیف و تالیف

کے لئے نہ انہیں فرصت تھی اور نہ ہی طبیعت کا اس جانب رجحان تھا۔

پھر بھی تبلیغ دین کے لئے بعض رسائل اور کتابیں تحریر کیں۔ علاوہ انہیں

اسمبلی میں آپ نے جو تقریریں کیں انہیں ان کے صاحبزادے مولانا

سمیع الحق صاحب نے مرتب کر کے شائع کر دیا ہے اس طرح

سے آپ کے علمی افادات کتابی شکل میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ جن میں

تقریر ترمذی مرتبہ مولانا عبدالقیوم حقانی، دعوات حق حصہ اول دوم

مقام صحابہ، مسئلہ خلافت و سیادت، ناموس رسول نبایت

اہم ہیں اور علمی حلقوں میں وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب

فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے گلستان علم کو سد بہار رکھے۔

آمین

و یوم اللہ عبد اقبال امینا

آپ حضرات نے نفاذ شریعت کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور مجھے یہ عزت بخشی واقعہ یہ ہے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں تاہم آپ میرے بزرگ ہیں اور میں بزرگوں کا حکم بجالایا ہوں اور اسی کو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں اب اس کے بعد آپ کا اور تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر نفاذ شریعت کی مہم تیز کر دیں، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اسلام کو ترجیح دیں اسلام کی دعوت دیں اسلام کا ذکر کریں جیسے سلمان فارسی سے کسی نے کہا آپ کا کیا نام ہے؟ فرمایا میرا نام اسلام ہے کہا باپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا اسلام (ارشاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ج)